خدمت خلق سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

پروفیسر نادر عالم

خدمت اس عمل کا نام ہے جو خادم یعنی خدمت کرنے والے سے سرزد ہوتا ہے دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے۔ ''خادم'' بمعنی خدمت گزار، نوکر ہے۔ ترکی میں اکثر اس کے ثانوی معنی ''خواجہ سرا'' کے لئے جاتے ہیں اس لفظ کا اطلاق مرد و عورت آزاد اور غلام سب پر یکساں طور پر ہوتا ہے، خادم کا اسم جمع خدم اور جمع خدام ہے ''خادم الحرمین الشریفین'' (دو مقدس مقامات یعنی مکے اور مدینے کی خدمت کرنے والا) ترکی سلطانوں کے خطابوں میں سے ایک تھا۔ مسلمانوں میں غلاموں کے علاوہ آزاد نوکروں سے بھی خدمت لینے کا رواج ہمیشہ سے رہا ہے۔ (۱) اسی طرح دوسرے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وردی میں ملبوس عہدے دار جو شاہی اور سرکاری ملازمتوں میں ہوتے تھے ان کی بہت سی جماعتیں ہوا کرتی تھیں (حاجب، دربان اور گویے اور ان کو ایک عام نام خدمہ سے پکارا جاتا تھا)۔ (۲) خلاصہ کلام یہ کہ خدمت سے وابستہ کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والوں کو خادم اور ان کے کاموں کو خدمت گذاری کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی صاحب لکھتے ہیں کہ خدمت خلق ایک وسیع اصطلاحی لفظ ہے جس میں جسمانی خدمت اخلاقی رد یہ مالی اعانت اور ممکنہ تحفظ شامل ہیں۔ (۳) قرآن وسنت کی ہدایت سے معلوم ہوتا ہے حسن خلق دین کی روح ہے اللہ تعالیٰ نے خدمت کے تصور کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

> نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نماز میں اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے جو خدا پر قیامت پر فرشتوں پر کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا اور مال کی خواہش کے باوجود اپنا مال رشتہ داروں پر یتیموں پر غریبوں پر مسافروں پر مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے پر صرف کرتا رہا اور نماز ادا کرتا رہا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور جو عہد کر کے

وائس پرنسپل (ریاض سعودی عرب)

اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور جو مصیبت تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں یہی وہ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ والے ہیں۔ (۴)

جبکہ آج عام طور سے صرف نماز روزہ کو دین سمجھا جاتا ہے، حالانکہ خدمت خلق بھی دین کا اہم ترین حصہ ہے جس سے عموماً تغافل برتا گیا ہے، خدمت کے ساتھ ''خلق'' کا لفظ آتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے۔

تعریف: خ ل ق مادے سے بمعنی وجود میں لانا، مخلوق، خلقت، فطرت، قضاء قدر الٰہی یا خلق الثوب کپڑا پرانا ہوگیا بعض اوقات بمعنی کذب وجعل بھی آتا ہے خلق بھی اسی مادے کے ہم معنی ہے اس فرق کے ساتھ خلق (بمعنی خلقت) عام ہے اور خلق کا تعلق عادات و خصائل سے ہے۔ خلیفۃ اور خلق ہم معنی الفاظ ہیں بعض کے نزدیک خلق بمعنی انسان اور خلیفۃ بمعنی بہائم ہے۔ (۵) یہ مادہ قرآن مجید میں مختلف صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۶) خلق کے معنی صرف عدم سے آفرینش کے نہیں بلکہ وہ دنیا اور انسان اور ان سب کی آفرینش پر نیز جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے یعنی موجودات اور واقعات سب پر حاوی ہے۔ (۷) قرآنی تصور تخلیق کی دوسری اہم اساس تخلیق بالحق ہے یعنی ہر تخلیق کی ایک غرض و غایت مقصدیت اور افادیت ہے۔ کوئی تخلیق بے فائدہ، بے مقصد عبث اور باطل نہیں ہے ہر تخلیق کے پیچھے ایک مقصد یہ کارفرما ہے یہ اساس آج کے مادی دور کے اس فکر کی ضد ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی بے ہنگم، حادثہ و اتفاق ہے۔ (۸) یہی وجہ ہے اسلام نے بلا تخصیص مسلم و غیر مسلم بلا تخصیص جنس اور بلا تخصیص انسان اور حیوان سب کی خدمت کا حکم دیا ہے۔ ایک فرد اپنی جن ضروریات کی تکمیل کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح کی ضرورتیں معاشرہ میں بہت سے افراد کو لاحق ہو سکتی ہیں۔ رفاہی خدمات ان سب کی ضروریات پوری کرنے کے لئے انجام دی جاتی ہیں، یہ دو طرح کی ہوتی ہیں، بعض خدمات معاشرہ کی عام ضرورتیں پوری کرتی ہیں، ان کا فائدہ کل آبادی یا اس کے بڑے حصہ کو براہ راست پہنچتا ہے، بعض خدمات وہ ہیں جو معاشرہ کی خاص خاص ضرورتیں پوری کرتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ان سے بھی پوری سوسائٹی کو نفع پہنچتا ہے۔ اسلام نے دونوں قسم کی خدمات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

رفاہی خدمات افراد بھی انجام دیتے ہیں اور ادارے بھی، بہت سی خدمات فلاحی

ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں، وہ اپنے وسائل کا بڑا حصہ ان پر صرف کرتی ہے، یہاں یہ بحث نہیں ہے کہ ان کی حدود کیا ہیں، کہاں ایک کا دائرہ عمل ختم ہوتا اور دوسرے کا شروع ہوتا ہے؟ ظاہر ہے وسائل و ذرائع کے لحاظ سے ان کا دائرہ کار چھوٹا یا بڑا ہوتا چلا جائے گا۔ ان سب کے درمیان اشتراک و تعاون بھی ہوسکتا ہے اور ہونا بھی چاہئے تو اس سے بہتر اور مفید نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔

اسلام اپنے تمام احکام میں اصلاً فرد ہی کو خطاب کرتا ہے، اس لئے کہ ادارے ہوں یا حکومت، سب کی بنیاد فرد ہی ہے۔ وہی ان کی ہیئت کی تکمیل کرتا اور ان کے مزاج کو بناتا ہے۔ اس معاملہ میں بھی اس نے سب سے پہلے فرد ہی سے خطاب کیا ہے۔(۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحات اور ان کے اقدامات میں رفاہ عام کا تصور انسانی زندگی کے کسی ایک شعبہ سے ہی تعلق نہیں رکھتا، بلکہ ہر شعبے کے اصول وقواعد میں رفاہی تصورات کارفرما ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نبوی منصوبہ بندی کا کوئی بھی شعبہ ہو، کوئی بھی میدان عمل ہو، رفاہی تصور سے خالی نہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافذ کردہ ہر حکم، ہر اصول اور ہر قاعدے میں رفاہ عامہ کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود ہے اور بعض احکام تو سراسر رفاہ عامہ کی صورت ہی رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفاہی تصور کی طنابیں تمام نوع انسانی تک وسعت پذیر ہیں، اس رفاہی تصور کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے رب العالمین کے مفہوم کو رحمۃ للعالمین کے مفہوم سے ملا کر دیکھنا پڑے گا جس طرح رب العالمین کی وسعتوں کو محدود تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح رحمۃ للعالمین کی وسعتوں کو محدود تصور کرنا درست نہیں ہوگا۔(۱۰)

رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کے صحیح مفہوم اور ان کڑیوں کے باہمی ربط کو تلاش کرنے کے لئے رب اور رحمت کے مفہوم پر غور کرنا ہوگا، عربی لغت کی رو سے کسی چیز کی پیدائش سے لے کر آخری مرحلے تک کے جملہ مراحل کے دوران میں اس کی ہر قسم کی ضروریات کی فراہمی ربوبیت کہلاتی ہے اور ایسا کرنے والا رب کہلاتا ہے۔(۱۱) رحمت ربوبیت کا ہی ایک پہلو ہے۔ رحمت کا مفہوم رحم سے ماخوذ ہے، جو رحم مادر میں بچے کی پیدائش تک اس کی تمام ضروریات مہیا کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ورحمتی وسعت کل شئی ۔ (۱۲)

اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین کے لقب سے پکارا گیا ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے پوری نوع انسانی سے کسی بھی طرح تعلق رکھنے والی کائناتی مخلوق کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۔ (۱۳)

رحمت کے وجود کا اظہار عمومی طور پر ہر چیز اور خصوصی طور پر ہر جاندار کی خوشحالی، آسودگی، بہبودی اور مسرت وشادمانی سے ہوتا ہے۔ یہ تمام تصورات اور مفاہیم ''رفاہ'' کے مفہوم میں شامل ہیں چنانچہ عربی مادہ رف ہ سے ماخوذ لفظ ''رفاہ'' سے مراد زندگی کا خوشگوار اور آسودہ ہونا، لفظ ''ارفہ'' سے مراد کسی کے پاس آرام سے رہنا، لفظ ''رفعہ'' سے مراد مہربانی اور رحم اور لفظ ''رفاہت'' سے مراد خوشحالی اور آسودگی ہے۔

جب ہم رفاہ کے اس وسیع، ہمہ گیر اور ہمہ پہلو مفہوم کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقدامات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی بھی شعبہ میں جو بھی قدم اٹھایا، جو بھی حکم فرمایا، جو بھی تعلیم دی، جو بھی فیصلہ کیا، جو بھی ہدایت دی، جو بھی حکمت عملی اختیار کی، جو بھی قانون نافذ کیا اور جو بھی بیان فرمایا، اس میں ربوبیت اور رحمت کے اہم اجزو رفاہ کا غالب عنصر بدرجہ اتم موجود تھا۔ اس طرح نبوی منصوبہ بندی میں جو رفاہی حکمت عملی اختیار کی گئی، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہر حیثیت میں اختیار کیا۔

خدمت خلق میں مسلم وغیر مسلم کی تخصیص نہیں: جیسا کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں بھی بتایا تھا نبی کریم ﷺ نے حلف الفضول کے ذریعہ ہر مظلوم کی مدد اور معاشرہ کی بلاتخصیص مذہب خدمت کی اسی طرح تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بلاتخصیص مذہب سب کی خدمت کریں مسلمانوں کی خدمت سے یقیناً ڈبل اجر ملے گا ایک مستحق ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلمان بھائی ہونے کی وجہ سے لیکن انسان ہونے کے ناطے سے تمام انسان خدمت کے مستحق ہیں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن عبد الله وابی هریرہ قال، قال رسول الله، الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من أحسن الی عیاله۔ (۱۴)

عبداللہ اور ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔

ایک شہری کی وسیع تر ذمہ داری یہ ہے کہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود اور پورے معاشرے کی بھلائی کیلئے کام کرے۔ بالخصوص معاشرے کے گرے پڑے افراد کیلئے تگ و دو کرنا انسانیت کی ہمدردی اور خدمت ہے۔ رسول اکرمؐ نے خدمت خلق میں بے نظیر نمونہ چھوڑا ہے۔ بعد از نبوت کی زندگی تو پوری ہی خدمت انسانی ہے۔ قبل از نبوت بھی اس ذمہ داری سے غافل نہ تھے۔ یتیموں، بے کسوں، بیواؤں کی امداد، مجبور و مقہور افراد معاشرہ کی دادرسی آپ کا شیوہ تھا۔ جناب ابوطالب کا شعر کتنا صحیح منظر پیش کرتا ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتمی عصمة للارامل

عرب معاشرے میں امیر و غریب کا امتیاز تھا امیر اپنے آپ کو برتر مخلوق تصور کرتا تھا۔ رسول کریمؐ نے غریبوں کو سربلند کیا۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ تم کو جو نصرت اور روزی ملتی ہے، وہ ان ہی غریبوں کی بدولت ملتی ہے (۱۵)۔ اسامہ بن زیدؓ سے کہا کہ میں نے در جنت پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ زیادہ تر غریب مفلس لوگ ہی اس میں داخل ہیں (۱۶) غلاموں کے ساتھ اس معاشرے میں نہایت برا سلوک کیا جاتا تھا۔ آپؐ ان پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ اور جو پہنتے ہو ان کو پہناؤ۔ آپ کی ملکیت میں جو غلام آئے ان کو آزاد کر دیا۔ بلکہ غلاموں کی آزادی کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو بچہ اور بھائی کہہ کر پکارو۔ آپؐ نے مرض الموت میں سب سے آخری وصیت یہ فرمائی کہ "غلاموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا" آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں بڑی تعداد غریبوں اور غلاموں کی تھی۔ اسی طرح آپؐ یتیموں اور بیواؤں کا خاص خیال رکھتے۔ عرب معاشرے میں ان کیساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ یتیم بچوں کا مال کھا جاتے (۱۷)۔ یتیم لڑکیوں پر ظلم کرتے اور بیواؤں کا کوئی پرسان حال نہ تھا اور۔ آپ مکہ میں صاحب

اختیار نہ تھے اس لئے اخلاقی ہدایت فرماتے اور قریش کے جفا پیشہ رئیسوں کو ان کے مظالم کا احساس دلاتے۔ جب مدینہ میں صاحب اختیار ہوئے تو یتیموں کی بہبود کیلئے اصول متعین کئے۔ ان کی جائیداد اور ان کے مال کے تحفظ کا انتظام کیا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے(۱۸) آپ کے طرز عمل سے پورا معاشرہ یتیموں کیلئے دار الشفقت بن گیا۔ بیواؤں پر ظلم ہوتا تھا۔ ان کو شوہر کی جائیداد سے حصہ نہ ملتا تھا۔ انہیں باعزت زندگی کیلئے بڑی تگ ودو کرنی پڑتی تھی۔ حضور نے ان کی مدد فرمائی۔ انہیں وراثت کا حقدار قرار دیا۔ ان کے دوبارہ نکاح کیلئے اصول وضع کیا تاکہ معاشرہ میں باعزت زندگی گزار سکیں۔ نادار بیواؤں کی خدمت کو عظیم نیکی قرار دیا۔ فرمایا:

الساعی علی الارملة والمسکین کالساعی فی سبیل الله واحسبه قال کالقائم لا یفترو کالصائم لا یفطر(۱۹)

بیوہ اور مسکین کیلئے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسا خدا کی راہ میں کوشش کرنے والا۔ راوی کہتا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا جیسا وہ نمازی جو نماز سے غافل نہیں رہتا اور روزہ دار جو اپنا روزہ نہیں توڑتا۔

صحیح بخاری میں ہے:

الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله وکالذی یصوم النهار ویقوم الیل(۲۰)

بیوہ اور غریب کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا خدا کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے، اور اس کے برابر ہے جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔

آپ کی یتیم پروری اور غریب نوازی ایک مسلمہ حقیقت تھی، جسے دوست دشمن سب تسلیم کرتے تھے۔ ایک شہری کی نفع بخشی اگر اس حد تک پہنچی ہو، تو اس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ خدمت خلق، عوام دوستی اور فلاح انسانیت کی ایک زندہ مثال آپ کا حلف الفضول میں شریک ہونا ہے۔ جس میں یہ معاہدہ کیا گیا تھا کہ مظلوم کی مدد کی جائے گی اور ظالموں کو ظلم سے روکا جائے گا۔(۲۱)

حواشی حوالہ جات

۱۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ/ دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ۱۹۸۳ء/ ج ۸، ص ۸۰۳،

۲۔ایضاً /ص ۸۰۴،

۳۔انسان کامل/ ڈاکٹر خالد علوی/ الفیصل ناشران وتاجران لاہور، طبع دوم ۱۹۹۷ء/ص ۲۴۱،

۴۔سورۃ البقرہ: آیت ۱۷۷،

۵۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ/ ج ۸، ص ۱۰۱۸،

۶۔مفردات القرآن/ امام راغب اصفہانی/ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۸ھ،

۷۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ/ ج ۸، ص ۱۰۱۸،

۸۔ایضاً /ص ۱۰۲۱

۹۔سید جلال الدین عمری/ اسلام میں خدمت پبلی کیشنز ۱۹۹۰ء/ص ۱۱۳

۱۰۔مقالات سیرت قومی کانفرنس حضورکی رفاہی منصوبہ بندی/ سید ذاکر شاہ/ مطبوعہ وزارت مذہبی امور اسلام آباد ۱۹۹۴ء/ص ۲۲۲،

۱۱۔امام راغب اصفہانی/ مفردات القرآن بذیل مادہ رب ورحمۃ۔

۱۲۔سورۃ الاعراف: ۱۵۶،

۱۳۔سورۃ الانبیاء: ۱۰۷

۱۴۔مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب الشفقۃ علی الخلق / ج ۲، ص ۶۱۳

۱۵۔بخاری، کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفاء، ۳/ ۲۲۵

۱۶۔بخاری، کتاب النکاح، ۶/ ۱۵۰۔۱۵۱

۱۷۔تفسیر ابن جریر، ۴/ ۱۷۸

۱۸۔ترغیب، ۲/ ۱۳۲

۱۹۔مسلم، کتاب الزھد، باب الاحسان الی الارملہ، ۸/ ۲۲۱: ترمذی ت، کتاب البر، باب ما جاء فی السعی علی الارملہ ۴/ ۳۴۶

۲۰۔بخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملہ، ۷/ ۶

۲۱۔طبقات ابن سعد، ۱/ ۱۲۹

مکالمہ واتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں

(امکانات، فوائد، تجاویز)

سیرت طیبہ، اسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ